بلھے شاہ- عرفانی مابعد الطبیعیات کا اجمالی تعارف

محمد آصف رضا
اسسٹنٹ پروفیسر فلسفہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ تعلیم الاسلام کالج چناب نگر، چینوٹ
حافظ احمد یار
اسسٹنٹ پروفیسر فارسی، گورنمنٹ ڈگری کالج جامعہ محمدی شریف، ضلع چینوٹ

BULLEH SHAH: AN INTRODUCTION TO SUFI METAPHYSICS

Muhammad Asaf
Assistant Professor of Philosophy
Govt. P/G Ta'leem ul Islam College, Chenab Nagar, Chiniot
Hafiz Ahmad Yaar
Assistant Professor of Persian
Govt. Degree Collage Jamia Muhammadi Sharif, Chiniot

Abstract

Folk poetry of Bulleh Shah is a creative expression of a mystic's spiritual evolution whose ultimate destination is Divine Presence. He achieved the stages of self-annihilation and self-subsistence with utmost Divine love and intuitive realization of knowledge inherent in God. Metaphysical facts bestowed by gnosis, reflects the Divine unity among all beings of the world perfectly manifested in human self. Bulleh Shah expresses universal brotherhood, love, tolerance and peaceful coexistence through his Sufi metaphysical thoughts. These universal human values help to broaden the meanings of life and existence.

Keywords:
بلھے شاہ، پنجابی صوفی شاعری، صوفی میٹافزکس، عشق، وحدت، خودی، احد، حضور حق

بلھے شاہ پنجابی لوک شاعری کی صوفیانہ روایت کے سب سے ممتاز شاعر ہیں۔ان کا صوفیانہ طرزِ حیات عشق خدا پر قائم ہے جس میں ''خدا محض کوئی مذہبی عقیدہ، فلسفیانہ تصور، یا کوئی ناقابل فہم مجرد ہستی نہیں بل کہ خدا مرشد حقیقی، دوست اور سب سے بڑھ کر محبوب ہے''(۱) جس سے ہر لحظہ عشق بلھے شاہ کا اعلیٰ ترین مقصد حیات ہے۔جذبہ عشق پر اپنی صوفیانہ زندگی میں انھوں نے ایمان کو ایک زندہ تجربہ بنا کر دکھایا اور اپنی شاعری سے عارفانہ احوال کو تخلیقی اظہار کا نادر موقع عطا کیا جو پڑھنے اور سننے والوں کو قلبی فرحت اور سکون فراہم کرتا ہے۔ گویا تصوف بلھے شاہ کی زندگی میں انسانی خودی کی نمو کا تسلسل ہے۔

پنجابی صوفی شاعری

پنجابی صوفی شاعری کا تعلق قدیم مشرقی تہذیب کی عارفانہ روایت سے ہے جو سریت، وجدان اور دیگر باطنی علوم کے احوال سے تشکیل شدہ حکمت پر مبنی لوک شاعری ہے۔پنجابی صوفی شاعری کا امتیاز یہ ہے کہ ''انسانی تہذیب کی عارفانہ روایت کے تمام دھارے یعنی ایرانی تصوف، نوافلاطونی سریت، آریائی ویدانت پسندی اور بھگتی وچار اس روایت میں ضم ہوتے ہیں''(۲) اس طرح اگر ہندوستانی تہذیب میں صوفیانہ طرزِ حیات کو ارتقائی تناظر میں دیکھیں تو پنجابی صوفی شاعری تین تہذیبوں کی دائمی حکمت ربانی کو پوری کلیت کے ساتھ جذب کیے ہوئے ہے جسے صوفیہ کرام اور عارفین نے اپنے روحانی تجربات کی ایمانی کسوٹی پر پرکھا اور پھر اسے لوک زبان میں شاعرانہ اظہار دے کر لازوال جمالیاتی کشش عطا کی جو پنجابی صوفی شعرا کے کلام کا جزو لاینفک ہے۔

بلھے شاہ-تعارف

بلھے شاہ(۱۷۵۷۔۱۶۸۰ء)لوک شاعری کی صوفیانہ روایت میں تاریخی اعتبار سے بھی ایک مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کا اصل نام عبداللہ شاہ ہے۔ وہ بہاول پور کے چھوٹے سے گاؤں اچ گیلانیاں میں پیدا ہوئے۔ان کے والد خطیب تھے۔اسی سلسلے میں وہ قصور منتقل ہوئے۔انھوں نے قصور میں حافظ غلام مرتضیٰ کے مدرسے عربی، فارسی اور صوفیانہ ادب کی تعلیم حاصل کی اور اپنے مرشد شاہ عنایت لاہوری سے صوفیانہ فیض حاصل کیا۔اسی صوفیانہ فیض سے جو علم و حکمت آپ کو نصیب ہوئی اس کا اظہار انھوں نے اپنے شاعرانہ کلام میں کیا۔آپ کی شاعری میں جس صوفیانہ بصیرت کا تخلیقی اظہار ہوا ہے وہ پنجابی لوک ادب کا نقطہ کمال ہے۔ حق کی تلاش میں ہی وہ صوفیانہ طرزِ زندگی کی طرف مائل ہوئے

جس کا پر جوش جذبات سے لبریز اظہار انھوں نے اپنے کلام کی نغمہ سرائی، رقص اور کافیاں لکھنے میں خوب کیا۔ بلھے شاہ کی زندگی ایک صوفی شاعر کے روحانی ارتقا کا تخلیقی سفر ہے جس کی منزل قرب الٰہی ہے۔

صوفی مابعد الطبیعیات اور بلھے شاہ کی شاعری

صوفی مابعد الطبیعیات ارسطوئی مابعد الطبیعیات 'ہستی بہ لحاظ ہستی' کے معنوں میں نہیں ہے بل کہ نوعی اعتبار سے یہ 'ربانی علم' ہے جو حقیقت مطلق یعنی خدا کے ساتھ قائم روحانی تعلق کے وجودی تجربات اور وجدانی احساسات پر مبنی اور ماخوذ جامع اور کلی عقلی علم ہے۔ صوفی مابعد الطبیعیات ''خدا اور انسان کے وجودی اور شعوری تعلق'' دنیا اور آخرت سے جڑے ماورائی موضوعات(۳) جیسے زندگی، حیات بعد الموت، زمان، مکان، فنا، بقا، عقل، عشق (وجدان)، علم، وجود اور مطلق اور مقید (انسانی) خودی کی قطعی نوعیت کے صوفیانہ احوال سے عبارت علم الحضور ہے۔ یہ ''ماورائی حقیقت کے دوامی اصولوں کا علم ہے''(۴) جو مابعد الطبیعیاتی مسائل حل کرنے کے لیے محض عقلی شہادت کو بنیادی ماخذ علم تسلیم نہیں کرتا بل کہ یہ ہمیشہ سے موجود واحد اور حقیقی 'وجود باری تعالیٰ' کے حضوری اثبات کا علم ہے ''جس کا حاصل روحانی پاکیزگی، قلبی ماہیت اور عرفان ہے۔''(۵) بلھے شاہ کی شاعری تصوف اور مابعد الطبیعیات کا ملاپ ہے۔ یعنی ''تصوف اگر حق کا حضوری تجربہ ہے تو مابعد الطبیعیات حق کے اسی داخلی پہلو کا معروضی اور عقلی پہلو ہے۔''(۶) حق کی ماہیت کا تخلیقی وجدان، اور سماجی زندگی میں ان کے اخلاقی ثمرات کا شعری اظہار آپ کے صوفیانہ تصور حیات کا جزو لاینفک ہے۔ دوسرے لفظوں میں بلھے شاہ کا صوفیانہ نقطہ نظر محض دائمی حقیقت کے مجرد اصولوں کا مجموعہ نہیں بل کہ یہ ایک فن کار کی صوفیانہ زندگی کے زندہ تجربات کا سلسلہ ہے جس نے دائمی سچائیوں کے آئینے میں خود زندگی کی حقیقت کا بہ راہ راست مشاہدہ کیا ہے۔ یہ مطالعہ صرف تعارف ہے آپ کے کلام میں چھپے دائمی حقیقی معنوں کا نہ صرف کھوج لگانا بل کہ آپ کے تخلیقی تخیل کے پیچھے جاری و ساری ماورائی معنوی افق کو وسعت دینا تاکہ حق کی بہ حیثیت کل ذہنی تشکیل ہو سکے۔ مزید یہ کہ صلح کل، برداشت، پر امن باہمی یگانگت اور محبت بلھے شاہ کی متصوفانہ فکر سے پھوٹنے والی وہ اقدار ہیں جو 'خدا مرکز' حقیقت کی تصویر کشی کرتی ہے تاکہ انسان اپنی وجودی صورت حال کا جائزہ لے کر اپنی ترجیحات کا از سر نو تعین کرتے ہوئے زندگی کی معنویت میں وسعت پیدا کرے

صوفیانہ معرفت کے ذرائع

عشق اور علم وحدت (علم لدنی) یہ دو بنیادی ذرائع ہیں جن سے بلھے شاہ کو صوفیانہ معرفت نصیب ہوئی۔ لیکن ان کا حصول مرشد کی محبت اور ہدایت کے بغیر ممکن نہیں۔ انھی کے طفیل آپ کو فنا اور بقا کے مقامات نصیب ہوئے۔

عشق

عشق انسان کو عطا کیا گیا سب سے اعلی ترین جذبہ ہے۔ عشق 'محبوب کے حضور' میں رہنے کا شدید ترین جذبہ ہے۔ یہ جذبہ سماجی خودی کو مسلسل چھوڑے جانے پر نمو پذیر ہوتا ہے۔ یہ انسانی زندگی میں شامل وہ بے مثال ' جذبہ دید' ہے جو صوفیانہ زندگی کے سب سے بڑے مقصد یعنی ماورائے مطلق ہستی (خدا) کے صفاتی حضور کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ بلھے شاہ 'ہیر' (عاشق/روح) اور 'رانجھے' (محبوب/خدا) کے استعارے سے جذبہ عشق کو بیان کرتے ہیں۔ ہیر اور رانجھے کے لوک استعارے میں آپ خدا اور انسان کے تعلق کی اصلی نوعیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''خدا اور انسان (عاشق اور محبوب) اپنے جوہر حقیقی میں ایک ہی ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے محبوب عاشق سے دور نہیں بل کہ وہ عاشق کے قلب میں رہتا ہے''(۷) :

رانجھا رانجھا! کر دی ہن میں آپے رانجھا ہوئی
سدو مینوں ''دھیدو رانجھا'' ہیر نہ آکھو کوئی
رانجھا میں وچ، میں رانجھے وچ، غیر خیال نہ کوئی
میں نہیں، او آپ ہے، اپنی آپ کرے دلجوئی(۸)

ایک اور جگہ کہتے ہیں:

ہیر رانجھے دے ہو گئے میلے — بھلی ہیر ڈھوڈیندی بیلے
رانجھا یار بکل وچ کھیلے — مینوں سدھ رہی نا سار
عشق دی نویوں نویں بہار — عشق دی نویوں نویں بہار(۹)

رانجھے کے لیے ہیر کا عشق ذات، رنگ، نسل، زبان، عقیدہ اور وطن جیسے سماجی تعلقات سے بلند اور ماورا ہے بل کہ عشق حقیقی کے شہید اعظم حضرت منصور حلاج کے فلسفہ عشق کو من وعن قبول

کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''عشق جوہر خداوندی ہے'' یعنی عشق ما قبل ایجاد وابداع عالم ہے اور یہ دنیا میں حضور خداوندی عشق ہی کی نئی نئی صورتیں ہیں جو حسن مطلق کے فیض سے ظہور پذیر ہو رہی ہیں:

کن فیکون تیں آپ کہایا
تیں باجھوں ہور کیہڑا آیا
عشقوں سب ظہور بنایا
عاشق ہو کے دسدے او
کیہنوں لامکانی دسدے او
تسی ہر رنگ دے وچ وسدے او(۱۰)

افلاطون کے فلسفہ عشق کی پیروی کرتے ہوئے بلھے شاہ فرماتے ہیں کہ عشق حقیقی (خدا) عشق مجازی (مرشد) کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ یعنی خدا(لاصورت ذات بحت) سے عشق کی واحد شرط اس کی مخلوق (خدائی صفات سے فیض شدہ صورتیں) سے محبت ہے اور صوفی کے لیے خصوصی طور پر اپنے مرشد سے محبت ہے:

جچر نہ عشق مجازی لاگے
سوئی سیوے نہ بن دھاگے(۱۱)

اور عشق مجازی کی سیڑھی سے عشق حقیقی کی منزل نصیب ہوتی ہے جسے بلھے شاہ'' عشق کمال'' کہتے ہیں جو خدائی حضور کا عرفانی ووجدانی تجربہ ہے:

جس دے اندر وسیا یار
اٹھیا یار و یار پکار
نہ او چاہے راگ نہ تار
اینویں بیٹھا کھیڈے حال
جس تن لگیا عشق کمال
ناچے بے سر تے بے تال(۱۲)

''عشق کمال'' ہر آن، ہر لحظہ خدا کے حضور میں رہنے کا صوفیانہ تجربہ ہے۔ یہ بندوں کے لیے نعمت عظمی ہے۔ کبھی نہ تھمنے والا نغمہ ہے۔ نور ازل ہے۔ بلھے شاہ کے لیے ''عشق کمال'' بہار کا استعارہ ہے۔ عشق حضور حق ہے جو لحظہ بہ لحظہ، نو بہ نو بہاری حق میں صادر ہو رہا ہے۔

عشق دی نویوں نویں بہار
عشق دی نویوں نویں بہار

علم وحدت

علم وحدت حق (حقیقت) کا ماورائے عقل وجدانی شعور ہے جو جذبہ عشق سے ممکن ہے جس کا حاصل عرفان ہے۔ بلھے شاہ اور دیگر صوفیہ کرام اسے '' علم لدنی'' کہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ حق کا باطنی حضور صرف اور صرف عشق اور علم لدنی سے ممکن ہے۔ علم وحدت (علم لدنی) خدا مرکز علم ہے اپنی فطرت میں یہ استدلالی یا تجزیاتی علم نہیں بل کہ وجدانی علم ہے جو کسی تجزیہ کے بغیر فوری اور کلی طور پر منکشف ہوتا ہے۔ اس علم کا بنیادی مقصد '' انسان کا اپنی خودی، سماج ، آفاق اور خدا کے ساتھ ایک سلسلہ وحدت میں آجانا ہے''۔ (۱۳) بلھے شاہ اپنے کئی پیش رو صوفیہ کرام کی طرح علم وحدت کے لیے ''الف'' اور دیگر دنیاوی علوم کے لیے ''ب'' کی علامت استعمال کرتے ہیں۔ ''الف'' خود شناسی سے خدا شناسی کا نمائندہ علم ہے جو ہستی کے تمام مراتب وجود کو ایک لڑی میں پروتے ہوئے انسان کو وحدت خداوندی سے فیض یاب کرتا ہے جب کہ ''ب'' یعنی دنیا میں ترقی پانے والے علوم کی نمائندہ علامت ہے جو انسان میں ایک وجودی بیگانگی پیدا کرتے ہیں جو انسان کو خود سے، لوگوں سے حتیٰ کہ خدا سے دور کر دیتے ہیں۔ بلھے شاہ علم لدنی ''الف'' سے لو لگائی:

'الف' اللہ رتا دل میرا
مینوں 'ب' دی خبر نہ کائی
'ب' پڑھیا کجھ سمجھ نہ آوے
لذت 'الف' دی آئی
بلھیا قول 'الف' دے پورے
جیہڑے دل دی کرن صفائی(۱۴)

علم وحدت حقیقی آزادی حاصل کرنے کا علم ہے۔ یہ انسان کو دنیاوی زندگی کی جہالت سے نجات دلا کر انسانی خودی کو دائمی آزادی اور بقا کا ایک نادر موقع فراہم کرتا ہے۔ بلھے شاہ علم لدنی کی بار بار ترغیب دیتے ہیں کیوں کہ علم لدنی علم حضور ہے یعنی خدا کے حضور میں رہنے کا واحد فطری اور خلقی علم جو بلھے شاہ کی صوفیانہ علمیات کا لازمی جز ہے۔ان کے نزدیک علامہ، عالم یا قاضی ہونا خدائی حضور کے وجدانی تجربے کے لیے بنیادی شرط یا سند نہیں ہے بل کہ وہ صرف" الف"اللہ اور"میم" محمد کو وسیلہ حق مانتے ہیں:

بلھا ناں رافضی نہ ہے سنی
عالم فاضل نہ عامل جنی
اکو پڑھیا علم لدنی
واحد 'الف' تے 'میم' درکار
علموں بس کریں او یار
علموں بس کریں او یار(۱۵)

انسانی خودی

اپنی شہرہ آفاقی کافی "بلھا کیہ جاناں میں کون" میں بلھے شاہ یہ بنیادی سوال اٹھاتے ہیں کہ انسان اپنی اصل میں کیا ہے ؟اسی سوال کا جواب تلاش کرتے ہوئے آپ ہر طرح کی مادی و وجودی، مذہبی و سماجی اور تہذیبی و ثقافتی شناخت کو رد کر دیتے ہے اور آخر میں مطلق دوئی کے صوفیانہ عقیدے کو قطعی رد کرتے خدا اور انسان میں وحدت کو اپنی وجودی شناخت کے طور پر مانتے ہیں جو مرشد کے بغیر ممکن نہیں ہے کیوں کہ وہ خدا کا نمائندہ مکمل ترین فردیت کا مالک کامل انسان ہے۔انسانی خودی کی ماہیت بیان کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں انسانی خودی اپنی اصل میں وجودی، دائمی اور ابدی ہے۔ یہ خلقی، زمانی یا مکانی نہیں ہے۔ حتی کہ انسانی خودی زندگی، موت، ارتقاء اور انحطاط کے سلسلے سے بھی پاک ہے۔انسانی خودی اپنی حقیقت میں ربانی جوہر ہے جو مابعد تخلیق مادی اور سماجی زندگی میں انسانی شخصیت میں مخفی ہو گیا۔بلھے شاہ انسانی خودی (حقیقی فردیت) کو آزاد روح سے پہچانتے ہیں جو دراصل شخصیت سے مصنوعی خودی کے ہر مادی وسماجی غلاف کو اتارتے جانا ہے یہاں تک کہ انسان خالص خودی (جوہر) کو پالے۔ان کا کہنا ہے کہ خودی کی شکل میں انسان کو ربانی جوہر عطا کیا گیا ہے جو بے قید اور بے مثل ہے:

''میں بے قید میں بے قید

نہ روگی نہ وید

نہ میں مومن نہ میں کافر

نہ سیدی نہ سید

چودھیں طبقیں سیر اساڈا

کتے نہ ہنداقید

خرابات میں جال اساڈی

نہ شوبھانہ غیب

بلھاشوہ دی ذات کیہہ پچھنائیں

نہ پیدانہ پید''(۱٦)

انسانی خودی کی ماہیت پر اپنے صوفیانہ احوال کا اظہار کرتے ہوئے وہ مزید فرماتے ہیں کہ اپنی قطعی اور فیصلہ کن حالت میں انسان ایک بے پیکر، بے ہیئت اور بے صورت جہان ہستی سے جڑا ہوا ہے جو اپنی اصل میں مادی نہیں بل کہ روحانی ہے۔ یہ وہ جہان ہے کہ جہاں ہر کوئی اپنے موروثی، سماجی یا ثقافتی حقائق سے نہیں بل کہ اپنے جوہر ذاتی (روح) سے پہچانا جاتا ہے:

بلھے شاہ چل اوتھے چلیے جتھے سارے ہوون انھے

نہ کوئی ساڈی قدر پچھانے نہ کوئی سانوں منے (۱۷)

کائنات

وحدت الوجودی نظام ہستی کے مطابق صرف اللہ تعالی کی ذات ہی حقیقی وجود کی مالک ہے۔ کائنات اور اس کی تمام موجودات اللہ تعالی کے فیض سے قائم ہیں۔ تمام مخلوقات جو کثرت کی نمائندگی کرتی ہیں ایک واجب الوجود ہستی (خدا) کی وجہ سے ایک کلی وحدت رکھتی ہیں۔ اس کائنات کی تخلیق خدا کی خود کو جاننے اور پہچاننے کی تمنا ہے۔ ماقبل تخلیق کائنات خدا ایک چھپا خزانہ تھا یعنی 'ذات محض' تھا۔ اپنے وجودی دیدار کے لیے خدا نے اس کائنات کو بہ طور آئینہ تخلیق کیا جو ربانی اسماوصفات کا ظہور وصدور ہے۔ بلھے شاہ کے بہ قول ذات خداوندی سے تخلیق کا عمل تین سطحوں پر ظہور پذیر ہوا ہے: مقدس ترین

صدور (جہان وحدت)' مقدس صدور (نغمہ کن سے صدور ہوتی کائنات) اور دائمی صدور (نغمہ عشق سے جاری وساری تخلیق کا مسلسل عمل)۔ کائنات کی تخلیق کے وجدانی اسرار کھولتے ہوئے فرماتے ہیں:

کن کہیا فیکون کہایا
بے چونی سے چون بنایا
احد دے وچ میم رلایا
تاں کیتا ایڈ پسار
ہن میں لکھیا سوہنا یار
جس دے حسن دا گرم بازار(۱۸)

بلھے شاہ کائنات کو خدا کا تخلیقی حضور سمجھتے ہیں۔ فلسفیانہ معنوں میں کائنات حقیقت کی زمانی اور مکانی ساخت ہے جو ربانی وحدت سے صادر ہوئی ہے اور نغمہ عشق سے صدور کا مسلسل علم جاری وساری ہے۔

خدا

بلھے شاہ کے صوفیانہ کلام میں خدا مرکزی حیثیت کی حامل ہستی ہے۔ مجازی معنوں میں وہ اپنے کلام میں ''شوہ'' کا استعارہ استعمال کرتے ہیں لیکن حقیقی معنوں میں وہ فطرت خداوندی کو ذات وصفات کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ پہلا پہلو 'خدا بہ طور ذات' کے ہے جس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حقیقی وجود صرف خدا کی ذات ہے باقی سب موجودات خدا کا تخلیقی حضور وصدور ہے۔ یعنی موجودات خدا کی تجلیات کے مختلف مراتب ہیں جو ذاتی یا وجودی حیثیت نہیں رکھتے بل کہ ذات باری تعالی کے فیض سے قائم ہیں۔ فلسفیانہ معنوں میں اسے 'ذات الوجود' جب کہ مذہبی معنوں میں اسے 'ذات اللہ' کہتے ہیں یہ حق کا تنزیہی مرتبہ ہے۔ 'خدا بہ طور ذات' کے لیے بلھے شاہ 'احد' کی دینی وعرفانی اصطلاح استعمال کرتے ہیں:

جدوں احد اک اکلا سی
نہ ظاہر کوئی تجلی سی
نہ رب رسول نہ اللہ سی
نہ سی جبار تے نہ قہار (۱۹)

'احد' یہاں کثرت یا متضاد کا کل نہیں بل کہ غیر مشروط اور صفات سے پاک 'وجود مطلق' ہے جو انسانی فہم و ادراک سے ماورا ہے۔ بلھے شاہ 'احد' کے 'مخفی خزانہ' اور 'حیرت خانہ' کی تراکیب استعمال کرتے ہیں:

پہلے مخفی آپ خزانہ سی
اوتھے حیرت حیرت خانہ سی
پھر وحدت دے وچ آنا سی
کل جز دا مہمل پردا ہے (۲۰)

دوسرا پہلو خدا اسما و صفات سے متعلق ہے یعنی 'خدا بہ طور صفات/تجلیات' کے جس کا تخلیقی اظہار انفس و آفاق میں ہو رہا ہے۔ وجودی معنوں میں خدا کائنات کی اول و آخر تمام موجودات کی اصل ہے۔ یعنی اپنے ربانی حضور میں خدا کثرت کی باطنی تفصیل سے مزین کلی اور جامع وحدت ہے۔ یہ حق کا تشبیہی مرتبہ ہے۔ خدا کا کائنات کے ساتھ وجودیاتی تعلق بیان کرتے ہوئے ان کا کہنا ہے کہ خدا کے سوا سب (جہان کائنات) بھی خدا کی ذات کا ہی وجودی تسلسل ہے۔ اپنی لامحدود، لامتناہی صورتوں کے ساتھ یہ کائنات خدا کا تخلیقی حضور ہے:

جیسی صورت عین دی، تیسی صورت غین
اک نقطے دا پھیر ہے، بھلا پھرے جہان (۲۱)

کائنات کی طرح انسان کا بھی خدا کے ساتھ ایک اصولی اور اساسی وحدت کا رشتہ ہے۔ انسان خدائی حضور کا سب سے عظیم الشان ظہور ہے۔ تمام مخلوقات میں سے خدا نے انسان کو اپنی صفات کے عملی ظہور کے لیے منتخب کیا :

احد تے احمد وچ فرق نہ بلھیا!
اک رتی بھیت مروڑی دا (۲۲)

بلھے شاہ خدا کا پیکر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "خدا اپنی ذات میں انسانی وجود و شعور سے ماورا ہے جب کہ اپنی صفات میں حضور ہی حضور ہے۔ وہ بہ یک وقت ظاہر بھی ہے اور وراءالورا بھی ہے۔" (۲۳) اپنے حضور میں خدا بلھے شاہ کے محبوب ہیں جنھیں وہ مختلف دنیاوی ناموں سے پکارتے ہیں: ان میں سب زیادہ آپ 'شوہ' کو بہ طور تخلص اپنے کلام میں استعمال کرتے ہیں جو پنجاب کے

دیہاتی کلچر میں 'دل'، 'روح' اور دلہن کے شوہر کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ صوفی لوک شاعری میں خدا کے لیے بہ طور محبوب سب سے زیادہ 'رانجھے' کا استعارہ استعمال ہوتا ہے جسے بلھے شاہ نے بھی بھرپور طریقے سے استعمال کیا ہے۔الحاصل ! خدا کا باطنی حضور بلھے شاہ کی شاعری کا نمایاں ترین مضمون ہے جو کسی فلسفی کا جامد اور مجرد وجود مطلق نہیں بل کہ کائنات میں سر گرم اور متحرک خدا ہے جو ہر لحظہ خلق جدید کے عمل میں مصروف ہے۔بلھے شاہ فرماتے ہیں کہ خدا کا انسان اور کائنات کے ساتھ یہی جذبہ عشق انسان کو یہ حقیقت سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ انسان خدا کے ساتھ ایک باطنی اور روحانی تعلق کا زندہ تجربہ حاصل کر سکتا ہے۔

حضور حق کی مابعد الطبیعیات

بلھے شاہ کا صوفیانہ نقطہ نظر وحدت الوجودی ہے یعنی 'کثرت میں وحدت' کے صوفیانہ احوال اور وجدانی ادراک جس کا لازمی نتیجہ خدائے واحد کا باطنی حضور ہے۔ حق کی یہی زندہ اور آفاقی بصیرت اس دنیا کی غیر حقیقی فطرت کو ان پر منکشف کرتی ہے اور وہ برملا کہہ اٹھتے ہیں کہ سوائے انسانی خودی کے یہاں سب فانی ہے، اور یہی خودی خدا کے باطنی حضور کا ذریعہ بنتی ہے جس کا انسانی شکل میں کامل ترین اظہار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں اور اس کے بعد ان کے مرشد (حضرت شاہ عنایت قادری رحمۃ اللہ علیہ) کی شکل میں ہوا ہے۔بلھے شاہ کا کلام حقیقت کی روحانی تعبیر ہے جو انسانیت سے محبت، صلح، پرامن بقائے باہمی، صبر و برداشت اور بھائی چارے کے جذبے کے ساتھ جینے کا اخلاقی اور آفاقی پیغام ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(1) Pinky Isha, The Metaphysics of Sufism and Concomitant Philosophies: Khalil Gibrans The Prophet, International Multidisciplinary Research Journal, Vol. II Issue IV, July 2013. p. 2

(۲) دیکھیے علی عباس جلال پوری، وحدت الوجود تے پنجابی شاعری، پاکستانی پنجابی ادبی بورڈ،لاہور ۲۰۰۳ء

(3) Ronald L. Nettler, Sufi Metaphysics and Quranic Prophets: Ibn 'Arabi's Thought and Method in the Fusus al-Hikam Islamic Texts Society Cambridge, 2003, p.3-4.

(4) Iibid

(5) Harry Oldmeadow, Frithjof Schuon and the Perennial Philosophy, World Wisdom, Inc., USA. p. 115.

(6) Iibid. p108.

(7) J.R. Puri& T.R. Shangari, The Essence of love, Bulleh Shah: The Love-Intoxicated Iconoclast, Amritsar India, 1995, p.355.

(۸) سید نذیر احمد، کلام بلھے شاہ، پیکجیز لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۳۸

(۹) فقیر محمد فقیر، کلیات بلھے شاہ، پنجابی ادب اکیڈمی، لاہور ۱۹۶۰ء، ص ۱۵۷۔۱۵۹

(۱۰) ایضاً، ۲۳۲

(۱۱) ایضاً، ص ۱۳۳

(۱۲) ایضاً، ص ۱۳۵

(13) Muzaffar A. Ghaffaar, Bulleh Shah within reach, Ferozsons, Lahore, 2005, pp.25-26.

(۱۴) فقیر محمد فقیر، کلیات بلھے شاہ، پنجابی ادب اکیڈمی، لاہور ۱۹۶۰ء، ص ۳۹

(۱۵) ایضاً، ص ۲۰۶

(۱۶) ایضاً، ص ۳۳۱

(۱۷) ایضاً، ص ۴۱۰

(۱۸) ایضاً، ص ۳۶۵

(۱۹) سید نذیر احمد، کلام بلھے شاہ، پیکجیز لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۸۶

(۲۰) فقیر محمد فقیر، کلیات بلھے شاہ، پنجابی ادب اکیڈمی، لاہور ۱۹۶۰ء، ص ۲۱۵۔۲۱۷

(21) Shuja Alhaq, A Forgotten Vision: A study of human spirituality in the light of Islamic tradition, Vanguard Books (Pvt) Ltd. Lahore, 1996, pp. 887-8.

(۲۲) فقیر محمد فقیر، کلیات بلھے شاہ، پنجابی ادب اکیڈمی، لاہور ۱۹۶۰ء، ص ۲۹۷

(۲۳) اشعار اور مصرعے ملاحظہ کریں جو خدا کے ماورائی (تنزیہی) اور حضوری (تشبیہی) مراتب کا اظہار کرتے ہے:

i) لکھاں گئے ہزاراں آئے

ii) شاہ رگ تھیں رب وسدا نیڑے

iii) آپے ظاہر آپے باطن، آپے لک بہندے او

اس دے بھیت کسی نہ پائے   لوکاں پائے لمے جھیڑے

iv) پایا ظاہر باطن تینوں، باہر اندر

v) آپے ہیں توں لحمک لحمی، آپے ہیں توں نیارا

❖❖❖